حاجب کی سیاسی اہمیت

جناب احمد حسن صاحب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری دور ہی میں جزیرہ نمائے عرب میں ایک مضبوط اسلامی ریاست وجود میں آگئی تھی اور اپنے زمانہ کی ضروریات کے پیش نظر اس کے ضروری شعبے بھی قائم ہو گئے تھے۔ بعد میں جیسے جیسے مسلم مملکت کی حدود میں اضافہ ہوتا گیا، سیاسی اور انتظامی سہولیات کے تحت مزید نئے نئے شعبے کھلتے چلے گئے حاجب کا عہدہ بھی انھیں نئے قائم شدہ شعبوں میں سے ایک ہے جس کی حضرت امیر معاویہؓ نے داغ بیل ڈالی اور جو عبدالملک بن مروان اموی کے دور میں پروان چڑھا۔

حسن ابراہیم بن حسن[1] کا یہ کہنا کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے خارجیوں کے سبب یہ شعبہ قائم کیا اس لئے کہ خارجیوں کا وجود حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے سیاسی اختلافات کے بعد ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے محرکات اس سے پہلے موجود تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی یکے بعد دیگرے شہادت کی تاریخ اور خود حضرت امیر معاویہ پر قاتلانہ حملہ اس عہدہ کے قیام کا غالباً بنیادی سبب بنا۔ حالا[illegible] شکل اختیار کر لی تھی کہ امیر معاویہؓ نے نماز کی قیادت کے لئے خلیفہ کا ایک محفوظ مقام بو[illegible] حجرہ کہتے تھے۔

عبدالملک کے زمانے میں حاجب کا دفتر باقاعدگی سے کام کرنے لگا اور سوائے موذن، صاحب البرید اور منتظم خوراک کے کسی بھی شخص کو حاجب جب تک خلیفہ کی اجازت نہ ہو اندر داخل ہونے سے روک دیتا تھا[2]۔ اس سے حاجب کا وقار رفتہ رفتہ بڑھتا گیا اور ایک زمانہ ایسا آیا جس میں حاجب آزادانہ طور سے احکام جاری کرنے لگا۔

---

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت، اردو ترجمہ از محمد علیم اللہ۔ دہلی۔ ص ۱۸۳

[2] مقدمۂ ابن خلدون، انگریزی ترجمہ از روز نتھول۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۶

اس سب کے باوجود حاجب کی اہمیت اموی دور میں اتنی نہیں معلوم ہوتی جو قارئین کے لئے خصوصی توجہ کا مرکز بنے اس کی سیاسی اہمیت دورِ عباسیہ میں بدرجۂ اتم بڑھ جاتی ہے۔ موجودہ دور کے مورخین کی نظر حاجب کی سیاسی اہمیت اور اس کے کردار کا اندازہ نہیں کر سکی ہے۔ اس مقالہ میں اسی نکتہ پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جس کے بغیر عباسی دور کی خونچکاں حکایات کا صحیح معنوں میں تجزیہ کرنا ممکن نہیں۔

ابو العباس سفاح کی تخت نشینی کے وقت ہی سیاست ایک ایسے دور میں داخل ہوتی ہے جس میں خلیفہ کو زیادہ حفاظت، زیادہ رعب اور زیادہ بالاتری کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس دورِ حکومت میں حاجب کے ساتھ ساتھ ایک نیا شعبہ وزارت کا قائم کیا گیا۔ اگرچہ حاجب اور وزیر دونوں کے اختیارات اور میدانِ عمل مختلف تھے پھر بھی دونوں ہی خلیفہ کی توجہ اپنی بہتر کارکردگی کی جانب مبذول کرانے کی کوشش کرتے تھے جس کی شخصیت سیاسی طور پر زیادہ جاذب اور زیادہ قابلِ توجہ ہوتی خلیفہ کو متاثر کرتی۔

چنانچہ عباسی دور کے تقریباً اوائل ہی سے وزیر اور حاجب کے درمیان ایک خاموش مگر انتہائی پُر معانی سیاسی کار آزمائی کا سلسلہ شروع ہو گیا تاریخ کے صفحات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوگا کہ وزراء کے قتل، قید و بند اور مصائب میں حاجب کا اہم کردار رہا ہے۔ ابوجعفر المنصور کے زمانے میں ابوایوب موریانی اور مہدی کے زمانے میں عبید اللہ کے قتل میں منصور اور ہادی کے حاجب الربیع کی کھلی سازش تھی[۱]۔

ابوعبداللہ یعقوب بن داؤد مہدی کا دوسرا وزیر بھی الربیع کی سازش سے دفترِ وزارت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور اس کے عوض اس نے الربیع کو ایک لاکھ دینار دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن کامیابی نہیں ہوئی[۲]۔

اس طرح کی مسلسل سیاسی افراتفری اور جنگ آزمائی میں الربیع بن یونس کو کامیابی اس وقت حاصل ہوئی جب ہادی نے الفیض کو وزارت کے عہدے سے معزول کر کے الربیع کو حاجب سے ترقی دے کر قلمدانِ وزارت اسے سونپ دیا اور حاجب کے عہدے پر فضل بن الربیع کو مقرر کر لیا جو ہارون کے دور میں بھی کافی عرصے تک اسی عہدے پر مامور رہا۔

آلِ برامکہ کو روبہ زوال کرنے میں حاجب فضل بن الربیع کا ہاتھ تھا۔ چنانچہ جعفر بن برمک کے قتل کے بعد اس کو ہارون نے دفترِ وزارت پر مقرر کیا[۳]۔ اسی الربیع نے امین کو اپنے بیٹے کی ولی عہدی اور اپنے بھائی مامون کی ولی عہدی کو منسوخ کر دینے پر آمادہ کیا تھا۔ مگر اس وقت اس کے ذہن سے یہ بات

---

[۱] ابن الطقطقی۔ الفخری، انگریزی ترجمہ از سی۔ ای۔ جے وٹنگ، ص ۱۲۹

[۲] ایضاً، ص ۱۸۵ - ۱۸۴ [۳] ایضاً، ص ۲۱۳ - ۲۱۴، جشیاری ص ۲۲۵

نکل چکی تھی کہ سیاست اب اس کے بجائے ایک اس کے ہم پلہ شخص کا ساتھ دینے پر بھی مجبور ہو سکتی ہے چنانچہ فضل بن سہل اس وقت میں امین کے بجائے مامون کے ساتھ ہو لیا اور مامون کی فوجوں کو آراستہ و پیراستہ کر کے میدان جنگ کے لئے پوری طرح تیار کیا چنانچہ سخت خونریزی اور خانہ جنگی کا نتیجہ مامون کی کامیابی پر ختم ہوا۔ امین کے قتل کے ساتھ ساتھ الربی کے بجائے اب وزارت عظمیٰ کا عہدہ فضل بن سہل کو اس کی کوششوں کے نتیجہ میں دیا گیا اور اس کو اس درجہ عزت، شان و شوکت اور اختیارات دئیے گئے کہ برامکہ کے علاوہ اس کی کوئی مثال موجود نہیں اور اس کا قتل بھی برامکہ ہی کی طرح عمل میں آیا۔ اس کا لقب برامکہ کے ذی الوزارتین کے بجائے ریاست الحرب والریاست التدبیر یعنی ذی الریاستین تھا اور اس کا نام سکوں میں بھی شامل کیا گیا تھا۔ اسی طرح فضل بن سہل کے بعد اس کا بھائی احمد بن سہل جو اس وقت تک حاجب تھا ایک با اختیار شخص بنایا گیا جس کو اگرچہ وزیر کا لقب نہیں دیا گیا تھا لیکن دوسرے معتمدین میں کافی اہمیت حاصل رہی۔

حاجب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ عباسی حکومت کے دورِ انحطاط میں جب فوجی جنرل ازموا ابن الرئق نے حکومت کا کاروبار اپنے ہاتھ میں لے لیا تو اس نے دفتر وزارت پر تسلط نہ کر کے دفتر حجابت پر قبضہ کیا[1]۔ اور عباسی خلفاء نے ان ترکوں کو حاجب یا وزیر کے لقب کے بجائے امیر کے لقب سے سرفراز کیا۔ اور اسی وقت سے اس دفتر کے مالک کو امیر حاجب کہا جانے لگا۔

آلِ بویہ کے دور میں حاجب اور وزیر کے بجائے خلیفہ کا ایک کاتب ہوتا تھا اور امیر کا ایک نائب تھا۔ چنانچہ اس دور میں وزیر اور حاجب دونوں ہی کو بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا۔ لہٰذا سیاست کی کارآزمائیوں میں امیر ہی کی شخصیت تمام سیاست کا مرکز بن گئی تھی۔

آل سلجوق کے دور میں دارالخلافہ میں تو وزیر کی حیثیت کو بحال کر دیا گیا تھا لیکن حاجب کا تذکرہ تاریخ میں نہیں ملتا بلکہ حفاظتی اقدامات کے لئے نائب امیر بغداد میں رہا کرتا تھا۔ جس کو عمید الجیوش کہتے تھے۔ یہاں دارالامارت میں وزیر اور حاجب دونوں ہی عہدے موجود تھے اور ملک شاہ سلجوقی کے عہد میں دونوں ہی اپنی اپنی سازش کاری کے جوہر دکھانے میں مشغول رہے آلِ سلجوق کے دور میں حاجب

---

[1] ابو اسحاق محمد بن ابراہیم الاسکافی القریتی اس زمانے میں مکتفی کا وزیر تھا جس کو بعد میں مقید کر دیا گیا اور الکرخی نے اس کی جگہ لی جو پچاس دن تک اس عہدہ پر مامور رہا اور بعد میں البریدی کو دوبارہ وزارت پر مقرر کیا گیا۔ اسی طرح جنرل ازمو کی سازش سے متعدد وزراء یکے بعد دیگرے مقرر کیے جاتے رہے (ایضاً ص ۲۷۸)

کو وکیلِ در کہا جاتا تھا اور اس دور کی مشہور ہستی تاج الملک جو اپنی لیاقت اور عقل و فہم میں کسی سے کم نہ تھا چنانچہ نظام الملک جیسے باصلاحیت بارعب اور بہترین سیاسی مدبر وزیر سے لوہا لینا اسی کا کام تھا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ اس نے نہ صرف درگاہ بلکہ حرم پر بھی اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا تھا جس سے وہ بادشاہ کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اور نظام الملک کے قتل کے بعد چند روز کے لئے وزیر اعظم مقرر ہوا۔[۱]

یہی سبب ہے کہ جب نظام الملک کو اظہار خیال کا موقع ملا تو اس نے وکیلِ در کو ایک پارینہ اور بوسیدہ یا آؤٹ ڈیٹڈ کہا اور اس عہدہ کو ختم کرنے کی سفارش کی لیکن نظام الملک اپنے اس منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

حاجب کے عہدے پر تقرری کے لئے درکار شرائط کا علم بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے کہ اس زمانے کی مسلسل سازش کاری اور سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے لئے وزیر کی متبادل صلاحیتوں والا آدمی زیادہ مناسب ہو سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ دیوان کا افسر اعلیٰ وزیر ہوتا تھا۔ اور حاجب کو درگاہ کی نگرانی کرنی پڑتی تھی لیکن بادشاہ سے باریابی کے وقت حاجب اور وزیر دونوں ہی یکجا ہوا کرتے تھے اور اپنے اپنے اثر اور سیاسی اہمیت کے کارنامے دکھایا کرتے تھے۔ حاجب کے گروپ کے جتنے زیادہ سے زیادہ اشخاص بادشاہ سے ملاقات کرتے اور اپنے کام بنا لیتے اتنا ہی اس کا گروپ مضبوط ہوتا چلا جاتا۔ جب کہ وزیر کا لوگوں کی عرضیوں پر بادشاہ سے حکم لینا ایک فرض تھا۔ وزیر کے لئے کسی بھی دفتر میں مالی معاملات اور کتابت جیسے تجربہ کا ہونا زیادہ سود مند تھا نیز حاجب کے لیے جو صلاحیتیں ضروری تھیں ان سے متصف ہونا بھی ضروری تھا۔ جب کہ حاجب کے لیے فوجی صلاحیت، بادشاہ سے وفاداری اور آداب شاہی سے واقفیت لازم تھی۔ نظام الملک نے حاجب کے عہدے تک پہنچنے کے لیے چند تاریخی حقائق کا انکشاف کیا ہے سبکتگین کے سلسلے میں رقم طراز ہے کہ اس کو غلام سے حاجب کے عہدے تک پہنچایا گیا اور تقریباً یہی صورت سامانیوں کے عہد سے حاجب کے لیے جاری رہی۔ ایک غلام کو خریدنے کے بعد اس کو حاجب کی نگرانی میں دیا جاتا تھا اور اس کو پیادہ چلنے کا حکم تھا۔ دوسرے سال حاجب کی رپورٹ پر ایک ترکی گھوڑا دیا جاتا تھا اور اس طرح غلام کو بتدریج عزت افزائی کے زینے طے کرائے جاتے تھے۔ تیسرے سال اسے شمشیر دراز (قراچوری) دی جاتی تھی، چوتھے سال ترکش و کمانداں اور زین پانچویں سال بہترین اور جڑاؤ لگام، قبا اور گرز آہنی (دبوس)، چھٹے سال ساقی گری و آبداری اور ایک

---

[۱] سیف الدین عقیلی۔ آثار الوزراء۔ تہران ۱۳۳۷ھ، ص ۲۱۶

پیالہ، ساتویں سال جامہ داری اور آٹھویں سال خیمگی مع رسن و سولہ میخ اور تین نوخریدہ غلام بھی اس کو دئیے جاتے تھے تاکہ وہ ان کی تربیت کرے۔ علاوہ ازیں کام دار کالی ٹوپی، گنزی قبا اور وشاق باش کا لقب دیا جاتا تھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس کے رہن سہن، لباس، عہدہ اور شان و شوکت میں اضافہ کیا جاتا تھا اور وہ غلام حاجب کے عہدے تک پہنچ جاتا تھا۔ نظام الملک کا خیال ہے کہ پینتیس ۳۵ چالیس ۴۰ برس خدمت کئے بغیر غلام کو امارت تک نہ پہنچایا جائے[1]۔

تاج الملک بھی بنیادی طور پر ایک غلام تھا لیکن اس سلسلے میں کہنا قدرے مشکل ہے کہ عباسی خلفاء اور ان کے متقدمین نے بھی اس اصول کو اپنایا ہوگا۔ البتہ ترک ریاستوں میں اس اصول کی بڑی حد تک پابندی کی گئی[2]۔

غرض یہ کہ انتظامی سہولیات کے پیش نظر پورے انتظام کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور اصولاً خلیفہ یا بادشاہ ان سب کا کلیتاً مختار ہوتا تھا۔ پہلا حصہ انتظامی اعتبار سے زیادہ اہم تھا اس کو دیوان اعلیٰ کہتے تھے اور اس کے تحت مالی معاملات کی دیکھ ریکھ آتی تھی۔ اور اس کے انچارج کو وزیر کہتے تھے۔ انتظامیہ کا دوسرا جز درگاہ تھا جس کا انچارج حاجب یا وکیل در ہوتا تھا اور یہ دونوں ہی افسران بادشاہ کے کافی قریب رہتے تھے۔ تیسرا حصہ حرم کا تھا۔ اس کے لئے بادشاہ ایک عہدے دار مقرر کرتا تھا اور اس کے تمام اخراجات و ضروریات وغیرہ بھی عموماً حاجب ہی کے زیر نگرانی رہتے تھے[3]۔ یہی وجہ تھی کہ حاجب اور وزیر آپسی تال میل کے بجائے جھگڑوں میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ مشہور مقولہ ہے کہ دو درویش ایک چادر میں پناہ لے سکتے ہیں لیکن دو با اختیار شخص ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔

اموی اسپین اور دیگر مسلم مملکتوں میں اسی سبب سے دونوں عہدے دار بالعموم بیک وقت مقرر نہیں کئے گئے[4]۔ چنانچہ وہاں کی سازشوں میں عام طور سے فوجی طاقتیں ہی کار فرما ہیں۔ جب کہ عباسی خلافت

---

[1] نظام الملک طوسی۔ سیاست نامہ۔ تہران، ۱۳۵۸م، ص ۱۲۵-۱۲۶

[2] سیف الدین عقیلی۔ آثار الوزراء۔ تہران، ۱۳۳۷م، ص ۲۱۶

[3] سیاست نامہ پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حاجب اور وکیل در کے عہدے بیک وقت ہو سکتے تھے۔ حاجب درگاہ کا اور وکیل در حرم کا انچارج معلوم ہوتا ہے لیکن تاریخ سلجوقیان میں صرف وکیل در کا تذکرہ ملتا ہے۔ (سیاست نامہ ص ۱۴۴) اور یہی درگاہ و حرم کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ [4] مصر میں حاجب کی ضرورت محسوس کی گئی لیکن اس کو وزیر (نائب مملکت) کے زیر نگرانی کام کرنا پڑتا تھا۔ یہی حال تیفوں میں بھی تھی۔ حفصی حکومت میں وزیر کے فرائض بھی حاجب انجام دیتا تھا اور بارہویں سلطان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یا اس کے زیر اثر قائم شدہ حکومتوں میں فوجی قوتوں کے ساتھ ساتھ اس قسم کی سیاسی قوتوں نے بھی ان کو کمزور کرنے میں کسی قدر کم رول ادا نہیں کیا۔ ان تفصیلات سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ خلفاء اور بادشاہوں نے اپنے آپ کو عوام سے جتنا زیادہ دور رکھا اور جنگ وجدال میں مصروف رہے اتنے ہی زیادہ دفاتر کی ضرورت پڑتی گئی۔[1] نیز یہ کہ بادشاہ اپنی زندگی کو جس قدر محفوظ کرتا گیا اسی قدر عوام سے دور ہوتا گیا اور جن عہدہ داروں کو عوام وخواص سے قربت کا موقع ملا۔ ان کی اسی قدر سیاسی اہمیت، اور اثر ورسوخ بڑھتا گیا۔

(بقیہ گذشتہ حاشیہ) کے دور میں حاجب سلطان کی جگہ کام کرنے لگا تھا۔ زناتہ حکومت میں حاجب کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔
(مقدمہ ابن خلدون ص ۱۴۱-۱۷)

[1] اموی دور میں جن دفاتر کا تذکرہ ملتا ہے ان میں دیوان الجند، دیوان الخاتم، دیوان الخراج، دیوان البرید۔ محکمہ قضا، پولیس اور کاتب دیوان خصوصی اہمیت کے حامل ہیں عباسی دور میں انہی دفاتر کو مزید تقسیم کر دیا گیا البتہ حاجب کا عہدہ تقریباً اپنی اصلی حالت میں باقی رہا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تازہ اہم تصنیف
دین اسلام اور اوّلین مسلمانوں کی دو متضاد تصویریں
(عقائد اہل سنت وعقائد فرقۂ اثنا عشریہ کا تقابلی مطالعہ)
سید المرسلین، خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علو شان، بعثت عظمیٰ کے مقاصد ونتائج، انسان کی فطری صلاحیت واثر پذیری کی رو سے، اور غیر جانبدار تاریخ کی شہادت کی روشنی میں کون سی تصویر (دعوتی واصلاحی کام کرنے والوں کے لیے) حوصلہ افزا وہمت آفریں اور ایک صاحب انصاف کے لیے قابل قبول اور مطابق واقعہ ہے؟ — تاریخ کا حقیقت پسندانہ جائزہ اور خمینی صاحب کے حامیوں کے لیے دعوت فکر — معیاری واعلیٰ کتابت، آفسٹ کی طباعت قیمت اردو ایڈیشن چھ روپے
(عربی، انگریزی اور فارسی ایڈیشن زیر طبع)
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹۔ لکھنؤ ۷